تحفظِ دین مقاصد شریعت کی روشنی میں

Protection of religion in the light of objectives of Shariah

سیدہ روزینہ یاسمین

پی ایچ۔ڈی ریسرچ اسکالر علوم اسلامیہ، شعبہ علوم اسلامیہ و شریعہ، منہاج یونیورسٹی، لاہور

ڈاکٹر محمد اکرم رانا

ڈین فیکلٹی آف اسلامک سٹڈیز اینڈ شریعہ، منہاج یونیورسٹی، لاہور

Abstract:

In Islamic Shari'ah, there are some motives behind every ruling due to which the rulings are enforced. The scholars of Islam recognized these objectives and named them objectives of Shariah. These objectives are set keeping in mind the Islamic teachings. Among these objectives, the protection of religion has been put first. Then the protection of life, property, intelligence, lineage and family has been mentioned. That is, the protection of religion is the first goal of any Muslim. Whenever matters are settled, the thing that Islam has said to be the foremost in them is religion. After that, the protection of his life has been declared mandatory. And then the protection of intellect has been declared essential and practical measures have also been taken to protect it. After wisdom, the protection of wealth has been declared mandatory. That man should also protect his property and protecting property has been presented as a religious duty. Then he focused on protecting the lineage and race of man. In this way, the goals of Shariah, which are also known as goals of Maqasad-e Khamsa, are fulfilled. In the research under discussion, protection of religion will be explained in the light of the purposes of Shariah and the sayings of Muslim thinkers about the importance of protection of religion will be presented and different dimensions of protection of religion will be highlighted.

Keywords: Islamic, Shari'ah, Religion, protection of Life, Muslim, Maqasad-e Khamsa.

تعارف

شریعت اسلامیہ میں ہر حکم کے پس پردہ کچھ مقاصد ہوتے ہیں جن کی وجہ سے احکام نافذ ہوتے ہیں۔ علمائے اسلام نے ان مقاصد کو پہچان کر انہیں مقاصد شریعت کا نام دیا ہے۔ یہ مقاصد اسلامی تعلیمات کو مد نظر رکھتے ہوئے ترتیب دیے گئے ہیں۔ ان مقاصد میں دین کی حفاظت کو سب سے مقدم رکھا گیا ہے۔ پھر جان، مال، عقل، نسب و نسل کے تحفظ کو ذکر کیا ہے۔ یعنی دین کی حفاظت کسی بھی مسلمان کا سب سے پہلا ہدف ہوتا ہے۔ جب بھی معاملات طے پاتے ہیں تو اسلام نے ان میں جس چیز کو سب سے مقدم رکھنے کا کہا ہے وہ دین ہے۔ اس کے بعد ان کی جان کے تحفظ کو لازم قرار دیا ہے۔ اور پھر عقل کے تحفظ کو لازم قرار دیا ہے اور اس کی حفاظت کے لیے عملی اقدامات بھی کیے ہیں۔ عقل کے بعد مال کے تحفظ کو لازم قرار دیا ہے۔ کہ انسان اپنی مال کی بھی حفاظت کرے اور مال کی حفاظت کرنے کو دینی فریضہ کے طور پر پیش کیا ہے۔ پھر انسان کے نسب اور نسل کی حفاظت پر توجہ مرکوز کرائی ہے۔ یوں مقاصد شریعت جنہیں مقاصد خمسہ بھی کیا جاتا ہے کی تکمیل ہوتی ہے۔ زیر بحث تحقیق میں تحفظ دین کو مقاصد شریعت کی روشنی میں بیان کیا جائے گا اور تحفظ دین کی اہمیت کے بارے میں مسلم مفکرین کے اقوال پیش کیے جائیں اور تحفظ دین کی مختلف جہتوں پر روشنی ڈالی جائے گی۔

دین کا معنی و مفہوم

جب ہم عربی زبان کی ان الغات کی طرف مراجعت کرتے ہیں جو مفرد الفاظ کے معانی سمجھنے میں مدد دیتی ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ "دین" کا لفظ کئی معانی میں استعمال ہوا ہے۔ مثلاً ملکیت، قدرت، غلبہ، عزت، ذلت، خدمت، مجبوری، احسان، عادت عبادت، ذلت اختیار کرتا، عاجزی، فرماں برداری، مذہب، سیرت وغیرہ۔(۱)

اس لفظ کے اشتقاق اور اس کی بدلتی ہوئی شکلوں پر غور کریں تو اس کے تین بنیادی معانی ہمارے سامنے آتے ہیں، جو ایک دوسرے سے گہرا تعلق رکھتے ہیں۔ کبھی اس لفظ کو بذات خود متعدی بنالیا جاتا ہے اور کہتے ہیں: انه یدینه اور کبھی لام سے متعدی ہوتا ہے اور کہتے ہیں دان له اور کبھی باسے متعدی ہوتا ہے اور کہتے ہیں دان به۔ ان تینوں مآخذ کے اختلاف کے باعث معانی میں اختلاف رونما ہوتا ہے۔

پس جب دانہ دینا کہا جائے (یعنی لفظ بذات خود متعدی ہو) تو اس کا معنی ملکیت حکومت، تدبیر و سیاست، غلبہ، حساب، فیصلہ اور بدلہ دینا ہوتا ہے۔ مالک یوم الدین میں دین اس معنی میں استعمال ہوا ہے کہ بادشاہوں کو جو غلبہ، سیاست و تدبیر، ملکیت و تصرف جواب طلبی اور بدلہ دینے کا اختیار ہوتا ہے، اس کا مالک صرف اللہ ہے۔ حدیث میں آتا ہے:

الکیس من دان نفسه (۲)

ترجمہ: داناوہ ہے اپنے نفس کا حاکم ہے اور اسے قابو میں رکھ سکتا ہے۔

دیان فیصلہ کرنے والے قاضی کو کہتے ہیں۔ جب ہم دان لہ کہتے ہیں تو اس کا معنی اطاعت اور فرماں برداری کرتا ہے۔

پس دین کا مفہوم عاجزی، اطاعت اور عبادت ہے۔ الدین لله میں دین مذکورہ بالا دونوں معانی میں استعمال ہوا ہے، یعنی حاکمیت اور طاعت۔ حاکمیت اللہ کی اور طاعت بندے کی طرف سے، حاکمیت اور طاعت لازم و ملزوم ہیں۔

جب ہم کہتے ہیں دانه فدان له تو اس کا معنی ہو گا اس نے اسے طاعت پر مجبور کر دیا ہیں وہ مطیع ہو گیا۔

جب ہم دان بالشی کہتے ہیں تو اس کا مفہوم یہ ہے کہ اس نے کسی شے کو دین اور مذہب بنالیا۔(۳)

یعنی کوئی چیز کسی فرد کے لیے عقیدے یا عادت کا درجہ حاصل کر چکی ہے۔ پس اس مفہوم میں دین اس فکر، عقیدے یا عمل اور عادت کو کہیں گے جو کسی فرد کا لازمہ بن جائے۔ اسی مفہوم میں یہ محاورہ ہے "هذا دینی و دیدنی" (یہی میرا عقیدہ ہے اور یہی میرا مشغلہ)۔

خلاصہ یہ ہے کہ عربی میں دین کا لفظ دو چیزوں میں اس نوعیت کے رابطے کو ظاہر کرتا ہے کہ جب ان میں سے ایک جہت کی طرف اشارہ مقصود ہو تو غلبہ اور تسلط کا معنی مراد ہوتا ہے اور جب دوسری کی طرف اشارہ کرنا ہو تو اطاعت اور فرماں برداری مراد ہوتی ہے اور جب ان دونوں کے باہمی رابطہ کو ظاہر کرنا ہو تو دین عقیدہ، مذہب، عادت اور قانون کے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے جو باہمی تعلق کے استحکام کا اظہار ہے۔ پس دین میں اطاعت کرنا اور کرانا دونوں مفہوم شامل ہیں اور دَین (دال کی زبر کے ساتھ قرض) میں بھی یہ معنی پایا جاتا ہے کہ قرض خواہ کو غلبہ حاصل ہوتا ہے اور مقروض کے حصے میں عاجزی اور ذلت آتی ہے۔ دین کا عام لغوی معنی ہے، طاعت اور فرمانبرداری۔

علمائے شریعت کے نزدیک دین کا مفہوم:

علمائے شریعت نے دین کی تعریف یوں کی ہے:

لقد عرف علماء الشريعة الدين بأنه وَضعُ إلهي سائق لذوى العقول السليمة باختيارهم المحمود الى الصلاح فى الحال والفلاح فى المال. (۴)

ترجمہ: اللہ کا وہ قانون جو عقل سلیم کے حامل افراد کو ان کے آزادانہ اختیار کے ذریعے حال کی اصلاح اور انجام کی فلاح کی طرف لے جاتا ہے۔

جب ہم دین کی تعریف اللہ کے قانون کے الفاظ سے کرتے ہیں، تو ایسے تمام قوانین جو انسانوں نے اپنی عقل کی روشنی یا اوہام وخرافات کی بنیاد پر وضع کیے ہیں ان پر حقیقتاً دین کا اطلاق نہیں ہو سکتا، اگرچہ ان کے لیے دین کا لفظ استعمال کر لیا جاتا ہے جیسا کہ قرآن حکیم میں ہے:

ومن يتبغ غير الاسلام دينا فلن يقبل منه وهو فى الآخرة من الخاسرين (۵)

ترجمہ: جو اسلام کے علاوہ کوئی اور دین تلاش کر لیتا ہے تو اس کا وہ دین قابل قبول نہیں اور وہ آخرت میں نقصان اُٹھانے والوں میں سے ہوگا

اسی سے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ انسان کے بس میں نہیں کہ وہ سچا دین اختیار کر سکے عقل کی مدد سے نہ اوہام و خرافات کے ذریعے۔ وحی الٰہی کی ہدایت کے بغیر دوسرے ذرائع پر اعتماد کرتے ہوئے انسان دین کے نام پر جو کچھ تیار کرے گا وہ باطل ہے اور اللہ کے ہاں غیر مقبول ہے۔ اس سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ وسائل معیشت، صنعت و حرفت نیز سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں انسانی تجربات پر دین کا اطلاق نہیں کیا جا سکتا۔

عقل سلیم کے حامل افراد کے الفاظ سے وہ فطری صفات دین کی تعریف سے خارج ہو گئیں جن کا عقل و دانش سے تعلق نہیں، بلکہ اللہ نے ہر حیوان کو فوائد حاصل کرنے اور نقصانات سے بچنے کے لیے اس کی فطرت اور طبیعت میں دو یعت کر دی ہیں اور اختیار کے لفظ سے اتفاقی اور غیر اختیاری کیفیات مثلاً محبت نفرت وغیرہ دین سے خارج ہو گئیں۔

اس تعریف سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ دین کی کامل اور سچی حقیقت کا حصول جبر و اکراہ سے ممکن نہیں۔ یعنی کسی شخص زبردستی سچا اور کامل دین دار نہیں بنایا جا سکتا جیسا کہ االلہ تعالی کا ارشاد ہے:

لا إكراه فى الدين (۶)

ترجمہ: دین میں کوئی زبردستی نہیں ہے۔

اس ارشاد میں اسی حقیقت کو بیان کیا گیا ہے، چاہے اس آیت میں لا کو نافیہ قرار دیں یا ناہیہ۔ لا کو نافیہ قرار دینے کی صورت میں مفہوم واضح ہے لیکن اگر لا کو ناہیہ قرار دیں (یعنی مفہوم یہ ہو کہ دین میں زبردستی نہ کرو) تو نہی کی علت یہ ہو گی کہ زبردستی دین کی تبدیلی مؤثر نہیں ہوتی ہیں ایسے جبر کا کوئی فائدہ نہیں۔

اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ دین اللہ کے ان قوانین کا نام ہے جو اللہ نے رسول کے ذریعے دیے تاکہ لوگوں کو صحیح اعتقاد اور عمل و کردار کی بھلائی کی طرف رہنمائی کریں اور لوگ ان قوانین پر عمل پیرا ہو کر ان کے دائرہ امر و نہی میں داخل ہو کر دنیا اور آخرت کی سعادت حاصل کر سکیں۔

دین کی حفاظت سے متعلق مسلم مفکرین کی آراء:

مسلم مفکرین نے بھی دین کی حفاظت کو لازمی قرار دیا ہے اور دین کو ہر معاملے میں ترجیح دی ہے۔ دین کی

حفاظت کا اصلاً انتظام تو اللہ تعالیٰ نے کر رکھا ہے مگر روزمرہ کے معاملات میں دین اسلام کو ہر معاملے میں ترجیح دینا اور اس پر سختی سے کاربند رہنا یہ ہر فرد کی ترجیحات میں شامل ہو تو زندگیوں میں دین برقرار رہے گا۔ تمام مسلم مفکرین نے اس نقطہ پر زور دیا ہے۔

(۱) امام غزالی کی رائے: امام غزالی نے دین کی حفاظت کے لیے جہاد کو لازم قرار دیا کہ جہاد کے ذریعے ہی دین کی حفاظت ممکن ہے اور ظالموں کو اس سے روکا جاسکتا ہے آپ لکھتے ہیں:

كما أمر بالجهاد لتعلو كلمة الله تعالى ويصل هذا الدين إلى كل الناس فالجهاد بهذا الاعتبار فى جانب وجود الدين بالدعوة إليه وإزاحة الطواغيت من أمامه حتى يصل إلى كل العالم.(۷)

اللہ تعالیٰ کے کلمے کو بلند کرنے اور اس دین کو تمام لوگوں تک پہنچانے کے لیے جہاد کا حکم بھی دیا، اس بات کو مد نظر رکھتے ہوئے جہاد، دین کے وجود کے پہلو میں ہے کہ اس کی طرف بلایا جائے اور اس کے آگے سے ظالموں کو ہٹا دیا جائے تاکہ یہ دین پوری دنیا تک پہنچ جائے۔

(۲) ابن خلدون کا موقف: ابن خلدون نے مقدمہ ابن خلدون میں دین کی حفاظت کے لیے کچھ سلبی پہلوؤں کو لازم قرار دیا ہے کہ دین کی حفاظت منکرات سے روکنے سے ممکن ہے آپ لکھتے ہیں:

فحفظ الدين من جانب العدم يقوم على النواهي, والتحذير من فعل المنكرات والمعاصي وعلى رأسها الشرك بالله, والبدع, والترهيب من هذه الأفعال وأمثالها لإبعاد الناس عن الخبط فى العقائد, وحفظهم من مفاسد الشرك, وإنقاذهم من وساوس وحتى لا يسف العقل فى عبادة الأحجار والأصنام, أو الأبقار والقرود والثعابين , أو الشمس والقمر والنجوم , أو تأليه الأشخاص وعبادة البشر , ولينقذ البشرية من طقوس العبادات المزيفة , والترانيم السخيفة, والاعتقادات الباطلة.(۸)

ترجمہ: دین کے سلبی پہلوؤں میں سے منکرات سے روکنا بھی ہے اور برے کاموں کے انجام سے ڈرانا شامل ہے۔ شرک اور بدعتوں کے خلاف تنبیہ اور ان اور اسی طرح کے کاموں کے خلاف تنبیہ ہے تاکہ لوگوں کو عقائد میں ابہام سے دور رکھا جاسکے، ان کے شر سے محفوظ رکھا جاسکے۔ انسانوں کو اور جنوں کے شیطانوں کے وسوسوں سے بچائے، گمراہی میں نہ پڑ جائے، اور گمراہی میں نہ پڑے، اور تاکہ دماغ پتھروں، بتوں، گائے، بندر اور سانپ یا سورج کی پرستش میں نہ بھٹک جائے۔ چاند، ستاروں، یا لوگوں کو معبود بنانا اور انسانوں کی عبادت کرنا، اور انسانیت کو عبادت کی جھوٹی رسومات، مضحکہ خیز تسبیحات، اور جھوٹے عقائد سے بچانا۔

(۳) شہرستانی کی دین کی حفاظت کے متعلق رائے: شہرستانی دین کی حفاظت کے لیے جو لازمی امور قرار دیتے ہیں ان میں دین پر عمل کرنا، اس کی طرف دعوت دینا اور اللہ کے راستے میں جہاد ہے، آپ لکھتے ہیں:

أن حفظ الدين يكون بالعمل به, والحكم به, والدعوة إليه, والجهاد فى سبيل إعلائه, ورد كل ما يخالف الدين من الأقوال والأعمال, والأخذ على يد الخارجين عن أحكامه وحدوده.(۹)

ترجمہ: دین کی حفاظت اس کے مطابق عمل کرنا، اس کے مطابق حکومت کرنا، اس کی دعوت دینا، اس کی ترویج و اشاعت کے لیے کوشش کرنا، دین سے متصادم ہر قول و فعل کو رد کرنا اور اس کی حدود و قیود سے انحراف کرنے والوں کا ہاتھ

پکڑنا ہے۔

(۴)امام شاطبی کا موقف: امام شاطبی دین کی حفاظت کے لیے تین چیزوں کو ضروری قرار دیتے ہیں جو کہ اسلام کی اساس ہیں اسلام، ایمان اور احسان۔ آپ لکھتے ہیں:

وقد أشار الشاطبي رحمه الله إلى وسائل حفظ الدين على الإجمال فقال: حفظ الدين حاصله في ثلاثة معانٍ وهي: الإسلام والإيمان والإحسان فأصلها في الكتاب وبيانها في السنة.(۱۰)

ترجمہ: شاطبی رحمۃ اللہ علیہ نے عام طور پر دین کی حفاظت کے اسباب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: دین کی حفاظت تین معنی میں آتی ہے: اسلام، ایمان اور صدقہ، پس ان کی اصل کتاب میں ہے اور ان کی وضاحت سنت میں ہے۔

(۵)ابن قیم جوزی کا قول: ابن قیم جوزی دین کی حفاظت کے لیے حدود کے نفاذ کو لازم قرار دیا ہے، آپ لکھتے ہیں:

ومن هنا أوجب الله تعالى الحد الأدنى الذي يحفظ به هذا الدين على كل فرد من أفراد المسلمين، وهو فرض العين الذي لا يسقط عن أحد ما دام قادراً على إقامته قدرة عقلية وهي التكليف وقدرة فعلية وذلك مثل أصول الإسلام والإيمان. (۱۱)

ترجمہ: اس لیے اللہ تعالیٰ نے ہر مسلمان پر اس دین کی کم سے کم حفاظت کا حکم دیا ہے، جو کہ ایک انفرادی فریضہ ہے جو کسی سے اس وقت تک ساقط نہیں ہوتا جب تک کہ وہ اس کو ذہنی صلاحیت کے ساتھ ادا کرنے کی استطاعت رکھتا ہو، جو کہ فرض اور اصل صلاحیت ہے۔ اور یہ اسلام اور ایمان کی بنیادوں کی طرح ہے۔

(۶)ابن رشد کا موقف: ابن رشد نے دین کی حفاظت کے لیے اللہ کی راہ میں جہاد کو لازمی قرار دیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ جہاد ہی کے ذریعے دین کی حفاظت ممکن ہے اور حق کو باطل کے ساتھ مل جانے س روکا جاسکتا ہے۔

هذه الوظيفة الجهادية من أهم وسائل حفظ الدين، لأن ترك الأقوال الباطلة، والمعتقدات الفاسدة، والأفكار المنحرفة والمذاهب الهدامة تتسرب إلى عقول المسلمين دون إنكار ولا رد فيه ضياع لهذا الدين حيث سيدخل في الدين ما ليس منه ويُلْبَسُ الحقُّ بالباطل.(۱۲)

ترجمہ: یہ جہادی فعل دین کی حفاظت کا ایک اہم ترین ذریعہ ہے، کیونکہ جھوٹے بیانات، فاسد عقائد، منحرف نظریات اور تخریبی عقائد کو مسلمانوں کے ذہنوں میں بغیر تردید یا ردعمل کے گھسنے دینا اس دین کا نقصان ہے، جیسا کہ اس میں سے نہیں ہے۔ اسے دین میں داخل کیا جائے گا اور حق کو باطل کے ساتھ خلط ملط کر دیا جائے گا۔

(۷)ابن تیمیہ کی رائے: شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے تبلیغ دین کو دین کی حفاظت کے لیے لازم قرار دیا ہے آپ لکھتے ہیں کہ اگر دین کی حفاظت نہ کی جائے اور اس کو ضائع کر دیا جائے تو یہ مسلمانوں کے ساتھ ظلم ہو گا۔

«فالمرصدون للعلم عليهم للأمة حفظ الدين وتبليغه فإذا لم يبلغوهم علم الدين أو ضيعوا حفظه كان ذلك من أعظم الظلم للمسلمين. (۱۳)

ترجمہ: علم حاصل کرنے والوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ دین کو حفظ کریں اور اس کا ابلاغ کریں، اگر وہ دین کا علم نہیں دیتے یا اس کے حفظ کو نظر انداز کرتے ہیں تو یہ مسلمانوں کے ساتھ سب سے بڑی ناانصافی ہے۔

(۸)ابن حزم کا قول: ابن حزم مرتدین کے قتل کو دین کی حفاظت کے لیے لازم قرار دیتے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں:

فإنه لو لم يقتل ذلك - يعني المرتد - لكان الداخل في الدين يخرج منه فقتله حفظ لأهل الدين، والدين، فإن ذلك يمنع من النقص ويمنعهم من الخروج عنه. (۱۴)

ترجمہ: اگر وہ شخص یعنی مرتد کو قتل نہ کیا جاتا تو دین میں داخل ہونے والا اس سے آزاد ہو جاتا، لہٰذا اس کے قتل سے اہل دین اور دین کی حفاظت ہوتی ہے، کیونکہ یہ ان کو کم ہونے سے روکتا ہے اور ان کو اس سے نکلنے سے روکتا ہے۔

(۹) الفارابی کا موقف: الفارابی نے دین کی حفاظت کے لیے اسلاف کے بنائے ہوئے اصولوں کو پکڑنا لازم قرار دیا ہے اس سلسلے میں آپ لکھتے ہیں:

حفظ الدين على أصوله المستقرة، وما أجمع عليه سلف الأمة، فإن نجم مبتدع، أو زاغ ذو شبهة عنه، أوضح له الحجة وبين الصواب، وأخذه بما يلزمه من الحقوق والحدود ليكون الدين محروساً من له خلل، والأمة ممنوعة من زلل. (۱۵)

ترجمہ: دین کو اس کے قائم کردہ اصولوں کے مطابق بچانا، اور جس پر قوم کے اسلاف کا اتفاق تھا، پس اگر کوئی بدعتی نکلے، یا جو اس سے مشتبہ ہو کر اس سے ہٹ جائے، تو اس پر دلیل واضح ہو جائے گی اور صحیح کیا ہے، اور وہ اسے لے گا۔ ضروری حقوق اور حدود کے ساتھ تاکہ دین کو عیوب والوں سے محفوظ رکھا جائے اور قوم کو غلطیوں سے باز رکھا جائے۔

دین کی حفاظت مقاصد شریعت کی روشنی میں:

دین کی حفاظت جو کہ مقاصد شریعت کے لحاظ سے سب سے مقدم ہے علمائے شریعت نے دین کی حفاظت کے لیے اہم طریقے بیان کیے ہیں جن پر چل ہم دین کی حفاظت کو عمل میں لاسکتے ہیں۔

ڈاکٹر طاہر مسعود قاضی نے دین کی حفاظت کے دو طریقے بیان کیے ہیں آپ لکھتے ہیں کہ حفاظت دین دو اہم پہلو ہیں جسے ہم حفاظت دین کے طریقے بھی کہہ سکتے ہیں ایک حفاظت دین کا ایجابی پہلو ہے اور دوسرا حفاظت دین کا سلبی پہلو ہے۔ مصلحت دین تمام مصالح پر فوقیت رکھتی ہے کیونکہ یہ انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی اور دنیا اور آخرت دونوں کی ضرورت ہے دین کی حفاظت کے ایجابی پہلو میں ہم یہ بحث کریں گے کہ اس مصلحت کو ہم ابتداءً کیسے حاصل کریں گے اور اسے ہمیشہ کیسے باقی رکھا جاسکتا ہے۔ (۱۳)

ا۔ حفاظت دین کے ایجابی طریقے:

علمائے شریعت نے حفاظت دین کے دو ایجابی پہلو بیان کیے ہیں۔

۱) اللہ اور قیامت پر ایمان۔ ۲) عبادات کا تحفظ۔

اللہ اور قیامت پر ایمان: تمام مکلفین کو اللہ تعالی اور قیامت پر ایمان لانے کا حکم ہے۔ یہ وہ اصل ہے جس کے بغیر کوئی عمل اللہ کے ہاں قبولیت نہیں پاتا اس بنیاد کے بغیر کوئی عمارت کھڑی نہیں ہو سکتی۔ قرآن حکیم نے مختلف انداز اور متنوع اسالیب سے حقیقت کبری کی تلاش کے لئے انسانی عقول کی رہنمائی کی ہے۔ ان طریقوں کے توسط سے عقل سلیم اور فطرت سلیمہ کا حامل مسلمان اس سچے ایمان تک پہنچ جاتا ہے جو دلائل وبراہین پر استوار ہوتا ہے۔

امام غزالی نے دین کی حفاظت میں اللہ اور قیامت پر ایمان کو لازم قرار دیا ہے آپ لکھتے ہیں:

فالتصديق بالقلب والإقرار باللسان يعتبر أصلاً لأحكام الدنيا والآخرة . أما الاعتراف باللسان فقط فلا يعتبر إلا فى أحكام الدنيا وحدها، والتصديق بالقلب لا يتأثر بالإكراه إيجاباً أو سلباً، ولا يجوز إسقاط الإيمان لأى عذر من إكراه أو غيره، وتبديله يوجب الكفر على كل حال۔ (۱۶) .

ترجمہ: دینوی اور اخروی احکام کی بنیا قلبی تصدیق اور زبان سے اقرار دونوں پر ہے۔ البتہ صرف زبان سے اقرار و نیوی احکام کے لئے معتبر ہے اور جب اکراہ قلبی تصدیق پر کوئی منفی یا ثبت نہیں چھوڑتا۔ جبر و کراہ یا کسی عذر کی وجہ سے ایمان ترک کر دینا جائز نہیں اور ترک ایمان کا قطعی اور لازمی نتیجہ کفر ہے۔

۲) عبادات کا تحفظ: حفاظت دین کے ایجابی طریقے میں عبادت کو بیان کیا گیا ہے کہ عبادات کے ذریعے ایک مسلمان دین کی حفاظت کر سکتا ہے۔ عبادات حفاظت دین کا وسیلہ ہیں یہ عبادات دین کی حفاظت کے لئے ستون بھی ہیں جن پر پوری عمارت قائم ہوتی ہے جیسا کہ حدیث نبوی ﷺ ہے:

بنی الإسلام علی خمس: شهادة ان لا إله إلا الله، وإقام الصلاة، وإيتاء الزكاة، والحج، وصيام رمضان۔ (۱۷)

ترجمہ: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: یہ گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں، اور نماز قائم کرنا، زکاۃ دینی، حج کرنا، اور رمضان کے روزے رکھنا۔

یہ پانچوں دین اسلام کے ستون ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ عمارت ستون کے بغیر کھڑی نہیں ہو سکتی۔ اگر میں سے کوئی چیز کم ہو جائے تو عمارت کی تکمیل ممکن نہیں ہو پائے گی اور اگر ان سب کو چھوڑ دیا جائے تو دین اسلام کی عمارت قائم نہیں رہے گی اور بلاشبہ زمین بوس ہو جائے گی۔

انتہائی عاجزی اور انکساری سے اطاعت و فرمانبر داری کا نام عبادت ہے اور ایمان باللہ کے بعد دوسرا مرحلہ عبادات کا ہے جو کہ دین کی حفاظت کے لیے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہیں۔ عبادات انسان کے ظاہر و باطن دونوں پر مشتمل ہے اس میں اللہ کے وجود کی تصدیق اور اعتراف بھی ہے اور باطنی خضوع بھی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والے دین میں عبادت ایمان باللہ کی تکمیل کا ذریعہ ہے اور تمام انبیاء و رسل کے ہاں عبادت بھی توحید کی طرح مشترک ہے کیونکہ توحید اور عبادت ایک دوسرے کی کبھی ضد نہیں ہو سکتے۔ توحید اور عبادت میں تمام انبیاء کرام کی اشتراک کی تائید اس بات سے ہو سکتی ہے کہ چنانچہ ارشاد فرمایا:

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَ مَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَ مُوْسٰى وَ عِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَ لَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ۔ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ۔ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ۔ (۱۸)

ترجمہ: اس نے تمہارے لیے دین کا وہی راستہ مقرر فرمایا ہے جس کی اس نے نوح کو تاکید فرمائی اور جس کی ہم نے تمہاری طرف وحی بھیجی اور جس کی ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو تاکید فرمائی کہ دین کو قائم رکھو اور اس میں پھوٹ نہ ڈالو۔ مشرکوں پر یہ دین بہت بھاری ہے جس کی طرف تم انہیں بلاتے ہو اور اللہ اپنی طرف چن لیتا ہے جسے چاہتا ہے اور جو رجوع کرتا ہے اسے اپنی طرف ہدایت دیتا ہے۔

دین کے قائم کرنے کی تاکید اور فرقوں میں بانٹنے کا حکم اس امر پر دلالت کرتا ہے جس دین کے قیام کی ہدایت دی گئی ہے وہ ایک ہی ہے۔ اگر ایک نہ ہوتا تو متفرق ہونے سے روکنا درست نہ تھا۔ اس آیت کریمہ کے مفہوم میں امام شاطبی لکھتے ہیں:

"اے محمد ﷺ ہم نے آپ کو اور نوح کو ایک ہی دین کا حکم دیا ہے، جن میں شریعتوں کا اختلاف نہیں ہے وہ ہیں توحید، نماز، روزہ اور حج۔ اور اعمال صالحہ کے زریعے اللہ کا تقرب یہ سب امور ایک ہی دین اور ایک ہی ملت کے ہیں کثرت انبیاء کے باوجود ان میں یکسانیت رہی ہے۔"(۱۹)

امام قرطبی جامع الاحکام میں عبادات کو دین اصل قرار دیا ہے اور دین کی حفاظت کے لیے عبادات کے بجالانے کو ضروری قرار دیا ہے آپ لکھتے ہیں:

"عبادت کے اصل (جس میں نماز، روزہ، حج، اور زکوۃ شامل ہے) کے زریعے انسان چھلانگیں مارتا ہوا ان حد بندیوں سے آگے گزر کر آخر کار اس عظیم رابطہ تک جا پہنچتا ہے جو ان تمام روابط کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور وہ عظیم رابطہ اللہ کے ساتھ تعلق کا ہے جو خالق ومالک کائنات ہے اور یہی رابطہ اللہ کے ہاں اشرف ترین مقام ہے اور جو شخص اس رتبے کو پہنچ گیا وہی بہترین نام عبد اللہ کا مستحق قرار پاتا ہے۔"(۲۰)

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایمان لا کر بروز قیامت حساب کتاب پر یقین کامل رکھ کر دین کی حفاظت کرسکتے ہیں اور اسے طرح عبادات پر باقاعدگی سے عمل پیرا ہو بھی ہم دین متین کی حفاظت کرسکتے ہیں۔ علماء شریعت نے دین کے تحفظ کے لیے یہ دو ایجابی طریقے بیان کیے ہیں۔ اب ہم حفاظت دین کے سلبی طریقوں پر بحث کریں گے۔

۲۔ حفاظت دین کے سلبی طریقے:

علماء شریعت نے حفاظت دین کے تین سلبی طریقے بیان کیے ہیں:

۱) اللہ کی راہ میں جہاد، ۲) مرتدین اور زندیقوں کے قتل کی مشروعیت، ۳) دین میں بدعت کا مقابلہ

اب ہم ان تینوں طریقوں کو تفصیل سے بیان کریں گے۔

اللہ کی راہ میں جہاد: جہاد کا معنی ومفہوم بیان کرتے ہوئے امام زرقانی لکھتے ہیں:

"جہاد جیم کی زیر کے ساتھ آتا ہے۔ اصل میں مشقت کے معنی میں آتا ہے۔ جہدت جہاد کا مطلب ہوتا ہے، میں نے انتہائی مشقت اٹھائی۔ شریعت میں جہاد کا مفہوم ہے اللہ کے کلمہ کی سربلندی کے لیے کفار کے مقابلے میں انتہائی کوشش کرنا۔ جہاد کا اطلاق نفس کے خلاف جہاد پر بھی ہوتا ہے جس کا مفہوم ہے دینی معاملات کی تعلیم حاصل کرنا اور اسکے مطابق عمل کرنا۔ شیطان کے مقابلے میں جہاد کا مطلب ہے شیطانی وساوس کو مسترد کردینا اور جن گناہوں کو شیطان خوش نما بنا کر پیش کرتا ہے ان سے بچنا۔ فسق کے خلاف جہاد ہاتھ سے اور زبان سے کیا جاتا ہے اور پھر دل سے انہیں برا سمجھ کر۔ کفار کے خلاف ہاتھ، زبان مال اور دل سب سے جہاد کیا جاتا ہے اور کفار کے خلاف جہاد کا حکم بالاتفاق ہجرت کے بعد دیا گیا۔"(۲۱)

جہاد فرض کفایہ ہے۔ فرض کفایہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اگر بعض لوگ اسے ادا کرتے ہیں تو باقی افراد کی ذمہ داری ختم ہو جاتی ہے۔ جہاد کبھی فرض عین بھی ہو جاتا ہے۔ لیکن استثنائی حالات میں، مثلاً اگر دشمن مسلمانوں کے شہروں پر چڑھائی کردیں یا حکمران بعض لوگوں کو ڑائی پر مامور کردے تو اس حالت میں جہاد فرض عین ہے ورنہ فرض کفایہ۔

جہاد کے فرض کفایہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جہاد کا مقصد کفار کی شوکت کو توڑنا اور مسلمانوں کو دینی آزمائش سے محفوظ کرنا ہے۔

مرتدین اور زندیقوں کے قتل کی مشروعیت: روت اور ارتداو لغوی اعتبار سے جس راستے سے آیا ہو اسی پر لوٹ جانے کو روت کہتے ہیں لیکن ردت کا لفظ کفر کی طرف لوٹ جانے کے ساتھ مختص ہے۔ جب کہ ارتداد کا لفظ اس معنی میں بھی آتا ہے۔ اور مطلقاً لوٹ جانے کے معنی میں بھی جیسا کہ قرآن حکیم میں ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ(۲۲)

ترجمہ: اے ایمان والو: جو کوئی تم میں سے اپنے دین سے پھر تا ہے تو پھر جائے۔

پس ردت کا مفہوم ہے مسلمان کا کافر ہو جانا اور یہ بھی صریح قول کے ذریعے ہوتا ہے کہ کوئی شخص کہے کہ وہ کافر یا مشرک یا زندیق ہو گیا ہے یا کسی ایسے لفظ کے کہنے سے جس سے آدمی کافر ہو جاتا ہے جیسے کوئی شخص ضروریات دین کا انکار کر دے۔ مثلاً نماز یا زکوۃ کے وجوب کا انکار یا زنا یا ناحق قتل کی حرمت کا یا ایسا کام کرے جس سے واضح طور پر کفر لازم آتا ہے۔ مثلا قرآن حکیم یا اس کا کوئی جز و خواہ ایک آیت ہی گندگی میں پھینک دے اور وہ گندگی بے شک شرعاً پاک ہو مثل تھوک وغیرہ۔ یا کوئی ایسا کام کرے جس سے قرآن کے الفاظ اور اس کے احکام کی توہین اور استخفاف ہوتا ہے۔

مرتد سے ارتداد کے دن سے لے کر تین دن تک توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا لیکن اس دوران میں اسے بھوک یا کسی اور طرح کی سزا نہیں دی جائے گی۔ اگر توبہ کر لے تو اسے جانے دیا جائے گا۔ ورنہ تلوار سے قتل کر دیا جائے گا۔ جمہور کے نزدیک ایک مرد اور عورت میں کوئی فرق نہیں ہے۔ البتہ حنفیہ یہ کہتے ہیں کہ عورت کو قتل نہ کیا جائے بلکہ اسے نظر انداز کر دیا جائے تا آنکہ مسلمان ہو جائے۔ ایک رائے یہ ہے کہ اسے مار پیٹ کر زبردستی اسلام قبول کرنے پر آمادہ کیا جائے۔ خواہ آزاد ہو یا باندی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا:

> ”جب کوئی شخص مرتد ہو جائے تو اس کے بارے میں حکم یہ ہے کہ اسے قید کر دیا جائے تا آنکہ مسلمان ہو جائے یا مر جائے مگر اسے قتل نہ کیا جائے۔ اگر وہ باندی ہے تو اس کے مالک اس کی خدمت کے محتاج ہیں وہ اس سے خدمت لیتے رہیں اور اس پر سختی کریں اسے موٹے چھوٹے کپڑے اس قدر دیں جن سے ستر پوشی ہو سکے سردی یا گرمی کے باعث موت سے بچ سکے اور موٹا کھوٹا کھانا دیں جس سے وہ زندہ رہے۔ ام ولد (وہ باندی جو مالک کے بچوں کی ماں ہے) کا بھی یہی حکم ہے البتہ مرد غلام کا حکم وہی ہے جو آزاد مرد کا ہے۔“(۲۳)

اس ساری بحث سے معلوم ہوا دین اسلام کو چھوڑنے والے اسلام میں بگاڑ کا سبب ہیں اور باقی مسلمانوں سے دلوں میں بھی شکوک وشبہات پیدا کرتے ہیں اور دین کی حفاظت کے لیے ضروری ہے کہ مرتد اور زندیق کے بارے میں جو اسلام کی حدود ہیں ان کے نفاذ کو یقینی بنایا جائے اور ان کو قتل کر دینا چاہیے کیونکہ ان کے قتل سے ہی دین کی حفاظت ممکن ہے۔

دین میں بدعت کا مقابلہ

بدعت کا لفظ با کی زیر کے ساتھ ابتداع سے اسم ہے، جیسے رفعت ارتفاع سے اسم ہے اس کا معنی ہے کوئی ایسی چیز ایجاد کرنا جس کے پہلے کوئی مثال نہ ہو۔ اب اس لفظ کا استعمال "دین میں کمی یا زیادتی" کے معنی میں عام ہو گیا ہے۔ لیکن کچھ

نئی چیزیں ایسی ہوتی ہیں جو مکروہ نہیں ہوتیں انہیں بدعت مباح کہتے ہیں جیسے کوئی ایسا کام کہ اس نوعیت کے دوسرے کام کی شریعت میں نظیر موجود ہو۔ یا ایسا کام جو مصلحت کا تقاضا ہو یا اس کی وجہ سے کسی نقصان کا دفعیہ کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً خلیفہ کا لوگوں سے عام میل جول نہ رکھنا۔ شاطبی نے بدعت کی دو تعریفیں کی ہیں۔ ایک تعریف یوں کی ہے:

"شریعت میں بدعت سے مراد دین میں کوئی ایسا نیا طریقہ ایجاد کر لینا جو کسی شرعی کام کے مشابہ ہو اور اس سے مقصود اللہ کی عبادت میں مبالغے کا اظہار ہو۔" (۲۴)

یہ تعریف ان لوگوں کی رائے کے مطابق ہے جو بدعت کو عبادات کے ساتھ مختص قرار دیتے ہیں اور عادات میں نئے نئے طریقوں کی ایجاد کو بدعت نہیں سمجھتے۔ جو لوگ اعمال عادیہ میں نئے نئے طریقوں کی ایجاد کو بھی بدعت رکھتے ہیں وہ بدعت کی تعریف یوں کرتے ہیں۔

"بدعت دین میں کوئی ایسا طریقہ ایجاد کر لیا جو س شرعی کام کے مشابہ ہو اس پر عمل کرنے کو ایسا سمجھا جائے جیسے کسی شرعی کام پر عمل کیا جا رہا ہے۔" (۲۵)

طریقہ، طریق سبیل اور سنن کا ایک ہی معنی ہے اور وہ ہے راہ عمل۔ بدعت کی تعریف میں دین کی قید اس لیے ہے کہ اگر کوئی بھی بات ایجاد کر کے دین کی طرف منسوب کیا جائے گا تب بدعت قرار پائے گی اور اگر دنیا کے کسی معاملے سے متعلق کسی نئی چیز کی ایجاد بدعت نہیں ہے، جیسے نئی ایجادات اور نئے علاقوں کی دریافت بدعت نہیں ہے۔

امام الحرمین عبد الملک بن عبد اللہ الجوینی نے دین میں بدعات کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے آپ لکھتے ہیں:

ولما كانت الطرائق في الدين تنقسم إلى لما له أصل في الشريعة، وإلى ما ليس له أصل فيها خص منها ما هو مقصود بالحدّ وهو القسم المخترع أي طريقة ابتدعت على غير مثال تقدّمها في الشرع، لأن الخاصة المميزة لها، أنها خارجة عما رسمه الشارع، وبهذا القيد انفصلت عن كل ما ظهر لبادىء الرأي أنه مخترع مما هو متعلق بالدين تعلق الوسائل بالمقاصد كعلم النحو والتصريف ومفردات اللغة وأصول الفقه وأصول الدين وسائر العلوم الخادمة للشريعة فإنها وإن لم توجد في الزمان الأول، فأصولها موجودة في الشرع، فهذه لا تسمى بدعة إلا عن طريق المجاز۔ (٢٦)

ترجمہ: دین میں نئے طریقوں کی ایجاد کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جن کی شریعت میں کوئی نہ کوئی اصل موجود ہے اور دوسرے وہ جن کی شریعت میں کوئی اصل موجود نہیں ہے۔ بدعت کی تعریف میں جن طریقوں کا ذکر ہے وہ بھی یہی طریقے ہیں۔ یعنی ان کی شریعت میں کوئی اصل موجود نہیں۔ بدعت کا امتیازی وصف یہ ہے کہ وہ ان حدود سے خارج ہو جو شارع نے دین کے لئے مقرر کر دی ہیں اس قید سے وہ امور جو بظاہر دین میں اختراع معلوم ہوتے ہیں بدعت کی تعریف سے خارج ہو جائیں گے۔ مثلاً جن امور کا دین سے ایسا تعلق ہے جیسا وسائل کا مقاصد سے ہے۔ مثلاً علم نحو، علم صرف اور مفردات، لغت، اصول فقہ، اصول الدین، اور اس کے تمام علوم جو شریعت کے خادم ہیں۔

اگرچہ قرن اولیٰ میں موجود نہیں تھے لیکن ان کے اصول شریعت میں موجود ہیں اس لیے انہیں بدعت نہیں کہا جا سکتا۔ مگر یہ کہ مجازاً ان پر بدعت کا اطلاق کیا جائے۔

بدعت کی تعریف کرتے ہوئے ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے کہا:

"ہر وہ نیا کام جس کی کوئی شرعی دلیل، اصل، مثال یا نظیر پہلے سے کتاب و سنت اور آثار صحابہ میں موجود نہ ہو وہ بدعت ہے۔"(۲۷)

العز بن عبد السلام کی رائے کے مطابق بدعت شریعت کے پنجگانہ احکام سے باہر نہیں ہے۔ کیوں کہ مکلف کے افعال کچھ بھی ہوں، دو حالتوں سے خالی نہیں، شریعت کے خلاف ہوں گے یا شریعت کے موافق ہوں گے۔ اس طرح پانچ اقسام سے باہر نہیں ہوسکتے: ا۔ واجب ۲۔ حرام ۳۔ مستحب ۴۔ مکروہ ۵۔ مباح

بدعت کی وجہ سے اسلام کا حقیقی چہرہ مسخ ہو جاتا ہے اور اسلام کی حقیقت کو پہچاننے میں دشواری کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اگر بدعت کا سد باب کیا جائے تو اسلام کی معرفت آسانی سے ہو سکتی ہے۔ یوں بدعت کا خاتمہ کر کے ہی مقاصد شریعت اور تحفظ دین ممکن ہے۔

خلاصہ:

مذکورہ تحقیق سے معلوم ہوا اسلام کے مقاصد خمسہ میں دین کو اولیت حاصل ہے۔ دین کے تحفظ کے بارے میں قرآن وحدیث میں بھی بے شمار تاکید وارد ہوئی ہے کہ ایک مسلمان کی زندگی کا سب سے پہلا ہدف ہی اس کا دین ہونا چاہیے اس کی ترجیحات میں دین کو سب پر فوقیت حاصل ہونی چاہیے۔ یعنی جب بھی معاملات طے پائیں تو ایک مسلمان اپنے دین کو مقدم رکھتے ہوئے فیصلہ کرے کہ اس نے کس کو اختیار کرنا ہے۔ اسی بات کی تاکید مسلم مفکرین نے بھی اپنے ارشادات اور اقوال میں کی ہے۔ اور دین کی حفاظت کے لیے بھی کچھ پہلو جو دین کی تعلیمات سے اخذ کیے گئے ہیں ان پر عمل کر کے دین کی حفاظت ممکن بنائی جاسکتی ہے۔ جن میں اللہ اور قیامت پر ایمان لانا شامل ہے یعنی اللہ اور قیامت پر ایمان انسان کے دین کی حفاظت میں مددگار ہوتا ہے اور اسی طرح عبادات کا تحفظ اور ان پر پابندی کر کے بھی دین کی حفاظت ممکن کی جاسکتی ہے۔ دین کی حفاظت کے کچھ مزید پہلو بھی بیان کیے گئے ہیں جن میں اللہ کی راہ میں جہاد شامل ہے۔ یعنی اللہ کے دین کی سربلندی اور سرفرازی کے لیے کوشش کر کے بھی دین کی حفاظت کی جاسکتی ہے اور مرتدین اور زندیقوں کے ساتھ قتال کے اور ان کا خاتمہ کر کے بھی دین کی حفاظت کی جاسکتی ہے اور اسی طرح بدعت کا مقابلہ کر کے بھی دین کو نئے فتنوں سے محفوظ کیا جاسکتا ہے۔

☆☆☆☆☆

حوالے

(۱) مجد الدین فیروزآبادی، القاموس المحیط، بیروت: دار النشر لبنان، ۱۹۸۴ء، ۲۴۷۔

(۲) ابو عیسیٰ الترمذی، جامع ترمذی، لاہور، مکتبہ شبیر برادرز، ۲۰۱۱ء، ح: ۲۴۵۹۔

(۳) وحید الزمان قاسمی، القاموس الوحید، لاہور، ادارہ اسلامیات پبلیشرز، ۲۰۰۱ء، ۵۱۲۔

(۴) یوسف حامد العالم، المقاصد العامۃ للشریعۃ الاسلامیۃ، المتحدۃ الامریکیۃ، المعھد العالمی للفکر الاسلامی، ۱۴۰۱ھ، ۲۰۔

(۵) آل عمران ۳: ۸۵

(۶) البقرۃ ۲: ۲۵۶

(۷) ابو حامد محمد الغزلی، المنقذ من الضلال، مدینہ منورہ: جامعہ اسلامیہ، کلیہ شرعیہ، ۱۹۳۲ء، ۳۶۔

(۸) ابن خلدون عبد الرحمان، مقدمہ ابن خلدون، کراچی: ادارہ ادبیات اردو، ۱۹۸۴ء، ۴۳۱۔
(۹) عبد الکریم الشہرستانی، الملل والنحل، کراچی: قرطاس، ۱۹۹۹ء، ۱۵۴۔
(۱۰) ابواسحاق الشاطبی، الموقفات فی اصول الشریعة، لاہور: دیال سنگھ ٹرسٹ، ۲۰۱۳ء، ۸، ۳۷۔
(۱۱) ابن قیم جوزی، الفوائد، جدہ: دار العلم الفوائد، ۱۴۲۹ھ، ۱۵۷۔
(۱۲) ابوولید ابن رشد، المقالات الفلسفیه والإسلامیه، مصر: الکتبہ المحمودیہ، ۱۹۳۵ء، ۱۲۴۔
(۱۳) ابن تیمیہ، مجموع الفتاوی، ریاض: مجمع الملک فهد لطباعه المصحف الشریف، ۲۰۰۴ء، ۵: ۲۷۴۔
(۱۴) احمد بن سعید، الأحکام في الأصول، بیروت: دار الآفاق الجدیدة، ۲۰۰۷ء، ۲۱۵۔
(۱۵) ابونصر الفارابی، المدینه الفاضله، بیروت: دار العلم لبنان، ۲۰۱۴ء، ۳۴۷۔
(۱۶) ابوحامد محمد الغزلی، المستصفی من علم الاصول، مدینہ منورہ: جامعہ اسلامیہ، کلیہ شرعیہ، ۱۹۳۲ء، ۳۶۔
(۱۷) احمد بن شعیب النسائی، سنن النسائی، لاہور: مکتبہ ضیاء القرآن پبلیکیشنز، ۲۰۰۴ء، ح: ۵۰۰۴۔
(۱۸) الشوری، ۴۲: ۱۳۔
(۱۹) ابواسحاق الشاطبی، الموافقات فی اصول الشرعیه، بیروت: دار البیضا، ۱۹۸۴ء، ۵۵۔
(۲۰) ابوبکر قرطبی، الجامع الاحکام القرآن، لبنان: مؤسسة الرسالة، ۲۰۰۴ء، ۵: ۶۷۔
(۲۱) محمد باقی زرقانی، شرح الزرقانی علی الموطا، مصر: مکتبہ الخیریہ، ۱۹۵۴ء، ۳: ۲۔
(۲۲) المائدة، ۵: ۵۴۔
(۲۳) یوسف حامد العالم، المقاصد العامة للشریعة الاسلامیة، المتحدة الامریکیة، المهد العالمی للفکر الاسلامی، ۱۴۰۱ھ، ۲۰۱۲۱۵۔
(۲۴) ابواسحاق شاطبی، الموافقات فی اصول الشرعیة، لاہور: مرکز دیال سنگھ ٹرسٹ، ۱۹۹۳ء، ۲۴۸۔
(۲۵) یوسف حامد العالم، المقاصد العامة للشریعة الاسلامیة، المتحدة الامریکیة: المهد العالمی للفکر الاسلامی، ۱۴۰۱ھ، ۲۰۱۲۱۶۔
(۲۶) عبد الملک الجوینی، غیاث الامم فی التیاث الظلم، قطر: کلیہ شرعیہ جامعہ قطر، ۱۴۰۱ء، ۳۶۱۔
(۲۷) محمد طاہر القادری، کتاب البدعة، لاہور: منہاج القرآن پرنٹرز، ۲۰۰۶ء، ۳۰۔